



السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ورد على سوال من بعض الاجبة هل في اموال التجارة زكاة ام لا؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

بوعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد

فكتب في جوابه الاحاديث الآتية واكتفيت بهما وازدت عليهما من تلقاء نفسي ولا من اقوال العلماء حرفاً واحداً عن ابي ذر ان رسول الله ﷺ قال في الايل صدقتا وفي البقر صدقتا وفي الغنم صدقتا وفي البر صدقة رواه الدارقطني والحاكم وصححه، وقال الحافظ ابن حجر اسنده لا بأس به - وعن سمرة بن جندب كان رسول الله ﷺ يأمرنا ان نخرج الزكاة مما "يعد" للبئج رواه الدارقطني والبوداود والبرازار وعنه ان رسول الله ﷺ كان يأمرنا ان نخرج الزكاة من الرقيق الذي يعد للبئج رواه الدارقطني والبرازار وعن زياد بن حير قال بعثني عمر صدقاً فامرني ان اخذ من المسلمين عن اموالهم اذا اختلصوا بها للتجارة ربع العشر ومن اموال اهل الذمة نصف العشر ومن اموال اهل الحرب العشر ومن اموال اهل الذمة نصف العشر ومن اموال اهل الحرب العشر اخرج الجعيد وعبد الرزاق ورواه الطبراني في الاوسط مرفوعاً وسكت عليه الحافظ ابن حجر في التلخيص مع شدة "نقصه" في الصحيح الاحاديث وتضعيفه من ذلك الكتاب وعن حماس قال مررت على عمر بن الخطاب وعلى عنق آدم احملاً فقال لا تؤذي زكواتك يا حماس فقلت مالي غير هذا واهب في القرض قال ذاك مال ففتح فوضعنا بين يديه فسيما فوجدته قد روجب فيها الزكاة رواه الشافعي واحمد وابن ابي شيبة وعبد الرزاق وسعيد بن منصور والدارقطني - وعن زريق بن حكيم ان عمر بن عبد العزيز كتب اليه ان انظر من فوك من المسلمين فخذنا فظهر من اموالهم من التجارات من كل اربعين دينار ديناراً رواه مالك في الموطأ والشافعي ورواه البيهقي من طريق احمد بن حنبل ثنا حفص بن غياث ثنا عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال ليس في العروض زكاة الا ما كان للتجارة وعن ابن عمر في كل مال يدار بجعيد او دواب او بز للتجارة فادفع الزكاة رواه عبد الرزاق - فلما بلغ السائل هذا الجواب اراه بعض افاضل عصره فكتب عليه - حديث اول قال ابن الهمام في الفتح حديث ابي ذر علة الترمذي عن البخاري بان ابن جريج لم يسمع من عمران بن ابي انس انتهي وقت ضعفه وقال في واحدة منها : هذا الاسناد لا بأس به : ولا يخفك ان مثل هذا لا تقوم به الحجة على انه قال ابن دقيق العيدان الذي رواه في المستدرک في هذا الحديث البر ورواه الدارقطني بالراء لكن من طرق ضعيفة وهذا مما يلزم الاحتال فلا يتم الاستدلال به انتهى ما قال الشوكاني حديث ثاني وثالث ، قال ابن حجر في اسناده جهالة لان نجيب بن سليمان مجهول وجعفر بن سعد ليس بالقوي وقال في بلوغ المرام اسناده لين وقال في بلوغ المرام اسناده لين وقال الشوكاني في دبل الغام رواه الوداود والطبراني والدارقطني والبرازار لئلا لا تقوم بمثل الحجة لما في اسناده من المجاهيل قال السيد عبد الغني الزبيدي في حاشية الدارقطني هذا من صحيفته سمرة التي يريد بها عظم وليس لها مخرج الا من منتهى - والاحاديث الباقية ليست بحجة لانها موقوفة كما لا يخفى على باهر اصول الحديث وقال الشوكاني وما قول عمر فما لا نقول بحجة فقير السائل وجاء به عندي فالح على ان ارفع هذه الاعتراضات وادفع تلك التعقبات حتى اضطر في الى الكتاب وادعاني الى الاجابة فاقول مستقيماً بالله - الحديث الاول اخرج الحاكم من طريقين ثم قال كلا الاسنادين صحيح على شرطهما واعتراض ابن دقيق العيد كونه على شرط البخاري ودفه ابن الملقن في البدر بان مراد الحاكم ان الشيخ محمد اكرم في امعان النظر قد يكون كل من المتابع والمتابع لا اعتماد عليه فاجتبا بمثل رجال الاسنادين لا انهم من رجالهما معا وتعليل البخاري له بان ابن جريج لم يسمع من عمران في طريق واحد منهما لا في الطريق الثاني الذي يروي به سعيد بن سلمية عن عمران وقال في الحافظ ابن حجر هذا اسناده لا بأس به وله طرق غيرهما وان ضعفها العلماء لكن تقر في اصول الحديث ان مثل هذا الحديث اذا كثرت طرقه مبارحاً بل صحيحاً قال السيوطي والمقر في علوم الحديث ان من يكون بهذه الصفة اذا وجد له شاهد او متابع حكم بحديثه بالصحة وقال الشيخ محمد اكرم في امعان النظر قد يكون كل من المتابع والمتابع لا اعتماد عليه فاجتبا بمثل رجال الاسنادين لا انهم من رجالهما معا وقد تسك الشوكاني في النبل والدراري وغيره في غيرهما في مواضع كثيرة بالاحاديث المجتمة متلين بهذه القاعدة وفي العلم الشايع ودونه الضعيف وهو مراتب كثيرة وتحسنه الشواهد وتصححه عند بعضهم ما لم يكسر ضعفه في الحكين انتهى على ان روايته من لا بأس به حجة عندنا معين وعبد الرحمن بن ابراهيم قال البوزالد مشققتي قلت لعبد الرحمن ما تقول في علي بن جوشب قال لا بأس به قال قلت ولم لا تقول ثقة قال قد قلت لك انه ثقة كذا في الامعان عكني بهما امين حماين اما لفظ البر موضع البر في رواية المستدرک فتصيفت من بعض الرواة كما صرح به النووي في تهذيب الاسماء واللغات والحديث الثاني وان ضعف ابن حجر بان قال في اسناده جهالة لكن حسنه غيره كما قال الشوكاني وصرح ابن عبد البر بان اسناده حسن ولا يخفك ان حسنه عنده علم بروايت جرح الجمهور عدم علم بحال الرواة ومن له علم مقدم على من ليس له علم وقول المعترض في اسناده جعفر بن سعد وهو ليس بالقوي فخرج بمحم لا يقبل حتى يبين سببه كما قال الحافظ الجرح مقدم على التعديل ان صدر مينا من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسر لم يقدح فيمن ثبتت عدالته انتهى وقد علمت قول الشوكاني ان هذا الحديث حسن عند العلماء سوى الحافظ والجرح البسم الحافظ في مقابلة تحسين العلماء ، غير مقبول قال الوداود كلها سكت عليه في كتابي هذا فحوصالح للاحتجاج وهذا من الاحاديث التي سكت عليها الوداود لعدة ابن المنذروس كونهما دليل على حسنه عندهما وهذا هو الجواب من الحديث الثالث - على ان الحديث الضعيف اذا كان معمولاً به في القرون المشهود لها بالخير مقبول عند الامامة لحديث العينان وكاع السه وحديثا لاء طصور ولا يخفك شئ الا ما غلب على ربه او طعمه او لونه وحديث لاء وصية لوارك وامثالها كثيرة وقد انفتحت الامية على

اور زیادہ بن حدیر سے روایت ہے کہ کہا مجھ کو عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ جمع کرنے والا بنا کر بھیجا تو مجھ کو حکم دیا گیا کہ لیا کروں مسلمانوں سے یعنی ان کے مالوں میں سے جن کو وہ تجارت کے لیے باہر اندر لے جاتے ہیں، چالیسواں حصہ اور زکوٰۃ کفار کے مالوں میں سے بیسواں حصہ اور حربی کفار کے مالوں میں سے دسواں حصہ، اس کو ابو عبیدہ اور عبد الرزاق نے نکالا اور طبرانی نے اس کو معجم اوسط میں مرفوعاً روایت کیا اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس پر سکوت کیا باوجودیکہ کہ وہ اس کتاب میں احادیث کی صحت اور ضعف کی خوب بحث کیا کرتے ہیں۔

اور حماس سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب پر میرا گزر ہوا اور میں اس وقت اپنی گردن پر کچے معززے اٹھائے ہوئے تھا، تو کہا اسے حماس تو اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کیا کرتا میں نے کہا: میرا (مال) تو صرف یہی ہے، اور کچھ معززے کچے (بھی ہیں) جو رنگ میں پڑے ہیں، فرمایا: یہ مال ہے رکھ دے سو میں نے ان کو رکھ دیا، آپ نے ان کو شمار کیا کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے پس آپ نے ان کی زکوٰۃ لے لی، اس کو شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور دارقطنی نے روایت کیا۔

اور زریق بن حکیم سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ان کی طرف خط لکھا کہ جن مسلمانوں کا تجھ پر گزر ہوا ان کو دیکھ لیا کہ پھر ان کے تجارتی مالوں میں سے جو ظاہر ہو بہر چالیس (۲۰) دینار پیچھے ایک دینار لے لیا کرو، اس کو مالک نے موطا میں اور شافعی نے روایت کیا۔

اور یتقی نے احمد بن حنبل کے طریق سے روایت کیا کہ ہم کو حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی ہم کو عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی وہ منافع سے وہ ابن عمر سے کہا تجارتی سامانوں کے سوا اور کسی سامان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور ابن عمر سے روایت ہے، (کہا) جو ملا کہ پرایا جاتا ہے (یعنی) تجارت کے غلام یا چارپائے یا کبڑا تو ان میں زکوٰۃ پھر پھر دی جاتی ہے (یعنی سال بہ سال) اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا۔

سوجب یہ جواب اس سائل کو پہنچا اس نے ہمارے زمانے کے بعض فاضلوں کو دکھا یا تو اس پر یہ مضمون لکھا:

حدیث اول ابن المہام نے فتح القدیر (شرح ہدایہ) میں لکھا ہے کہ ابو ذر کی حدیث کو ترمذی نے بخاری سے ناقل ہو کر یوں معلول بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے عمران بن ابی انس سے سماع نہیں کیا، انتہی۔ اور ابن حجر نے اس کے سب طرق کو فتح الباری میں ضعیف کہا ہے، اور ان میں سے ایک طریق کے بارے میں کہا ہے کہ یہ اسناد لا باس بہ ہے اور یہ بات تجھ پر ظاہر ہے کہ ایسے (لفظ) سے حجت قائم نہیں ہوتی، علاوہ ابن دقین العید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ جو مستدرک کے اندر اس حدیث میں روایت کیا ہے، برسے (راے حملہ) سے اور دارقطنی نے اس کو (معجم) سے روایت کیا ہے، لیکن ضعیف طرق سے اور یہ (اختلاف) موجب احتمال ہے، پس اس سے دلیل پکڑنا ٹھیک نہیں، شوکانی کا قول ختم ہوا۔

حدیث ثانی و ثالث: ابن حجر نے کہا: اس کے اسناد میں جہالت ہے، کیونکہ غیب بن سلیمان مجہول ہے، اور جعفر بن سعد قوی نہیں ہے، اور بلوغ المرام میں کہا اس کا اسناد ڈھیلا ہے، اور شوکانی نے ویل العمام میں کہا: اس کو ابو داؤد اور طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے روایت کیا ہے، لیکن یہ روایتیں ایسی ہیں کہ وہی حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ اس کی اسناد میں مجہول راوی ہیں، سید عبد الغنی زبیدی نے دارقطنی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ (حدیث) سمرۃ کے صحیفہ میں سے ہے کہ جس کو (دارقطنی) مجہول راویوں سے روایت کرتا ہے، اور اس کا مخرج ان کی جہت کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اور باقی حدیثیں جہت نہیں ہیں، کیونکہ وہ موقوف ہیں، جیسے اصول حدیث کے باہر پر ظاہر ہے، اور کہا شوکانی نے رہا عمر رضی اللہ عنہ کا قول سو ہم اس کے جہت ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اس پر سائل حیران ہوا اور وہ (رد) میرے پاس لایا، اور مجھ پر زور دیا کہ ان اعتراضات کو رفع اور ان کے تعصبات کو دفع کروں یہاں تک کہ مجھ کو لکھنے پر مجبور کیا، اور اپنی بات منانے پر لاچار کیا، سو میں اللہ کی مدد طلب کرتا ہوں، اور کہتا ہوں۔

حدیث اول کو حاکم نے دو طریق سے نکالا اور پھر کہا کہ دونوں اسناد علی شرط الثمینین (اور) صحیح ہیں، اور ابن دقین العید نے اس کے علی شرط البخاری ہونے پر اعتراض کیا ہے، اور ابن الملقن نے اس کو پدر (غیر) میں یوں دفع کیا ہے کہ حاکم کی مراد یہ ہے کہ شیخین نے (ان) دونوں اسناد کے راویوں سے حجت پکڑی ہے یہ مراد نہیں کہ یہ راوی شیخین کے ہی راوی ہیں، اور بخاری کا اس کو یوں معلول بیان کرنا کہ ابن جریج نے عمران سے سماع نہیں کیا، سو یہ ان دونوں سے ایک طریق میں ہے، دوسرے طریق میں نہیں جس کو سعید بن سلمۃ عمران سے روایت کرتا ہے، اور حافظ ابن حجر نے اس میں یہ کہا ہے کہ یہ اسناد لا باس بہ ہے، اور اس حدیث کے ان دو طریق کے سوا اور طرق بھی ہیں، اور علماء نے اگرچہ ان کو ضعیف کہا ہے، لیکن اصول حدیث میں یہ امر مقرر ہے کہ جب ایسی حدیث کے طرق کثیر ہوں تو وہ حسن بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔

سیوطی نے کہا اور علوم حدیث میں یہ امر مقرر ہے کہ جو (راوی) اس صفت پر ہو تو جب اس کا کوئی شاہد یا متابع پایا جائے تو اس کی حدیث کے لیے صحت کا حکم دے دیا جاتا ہے، اور شیخ محمد اکرم نے اعمان النظر میں کہا ہے، کبھی متابع اور متابع ہر ایک پر اعتماد نہیں ہو تو دونوں کے جمع ہونے سے بھی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ انتہی

اور شوکانی نے نیل الاوطار اور رداری میں اور اوروں نے اور کتاہوں میں بہت سی جگہوں میں اس قاعدہ سے دلیل لے کر ضعیف حدیثوں سے تمسک کیا ہے، اور علم شائع میں ہے، اور اس سے (یعنی جس سے) کم درجہ ضعیف ہے، اور اس کے کئی درجے ہیں، اور شاہد کو حسن اور بعضوں کے نزدیک صحیح کہتے ہیں، جب تک کہ اس کا ضعف دونوں عمل میں بہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ لا باس بہ (راوی) کی روایت ابن معین اور عبد الرحمن بن ابراہیم کے ہاں جہت ہے۔

اور کہا ابو ذر دمشقی نے میں نے عبد الرحمن (بن ابراہیم) سے کہا: آپ علی بن جوشب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کہا لا باس بہ ہے، میں نے کہا آپ اس کو ثقہ کیوں نہیں کہتے؟ کہا میں تجھ کو کھچکا ہوں کہ وہ ثقہ ہے اسی طرح اعمان میں ہے اور یہ دونوں بڑے امام کافی ہیں، اور رہا بچائے بزرگے برکالفاظ آنا مستدرک کی روایت میں تو وہ کسی راوی کی طرف سے تصحیف ہے، جس طرح کہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اور حدیث ثانی کو اگرچہ ابن حجر نے بائین طور ضعیف بیان کیا ہے، کہ اس کی اسناد میں جہالت ہے لیکن دوسروں نے اس کو حسن کہا ہے جس طرح کہ شوکانی نے کہا: اور ابن عبد البر نے اس کی تصریح کی کہ اس کی اسناد حسن ہے اور تجھ پر ظاہر ہے کہ اس کا حسن کہنے والا اس کے راویوں کا حال جلفنے والا ہے، اور جہالت کی جرح جو ہے، تو راویوں کا حال نہ جانتا ہے، اور جو (کسی بات کا) علم رکھتا ہے، وہ مقدم ہے اس پر جو علم نہیں رکھتا، اور معترض کا یہ قول کہ اس کی اسناد میں جعفر بن سعد ہے، اور وہ قوی نہیں سو یہ جرح مبہم ہے، سبب بیان نہ کرنے تک مقبول نہیں ہوتی جس طرح کہ حافظ ابن حجر نے کہا جرح مقدم ہے، تبدیل پر بشرطیکہ صادر ہوئے بیان شدہ (اور) ایسے شخص سے کہ جو اس کے اسباب پہنچاتا ہوں، اس لیے کہ جرح اگر بیان شدہ نہ ہو تو ایسے شخص میں قادی نہیں ہو سکتی جس کا عدل ہونا ثابت ہے، انتہی۔

اور شوکانی کے قول سے تو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حدیث سوائے حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے باقی علماء کے ہاں حسن ہے اور حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی جرح مبہم علماء کی تحسین کے مقابلہ میں مقبول نہیں۔ ابو داؤد نے کہا جس حدیث پر کہ میں اپنی اس کتاب میں سکوت کروں تو وہ احتجاج کی صلاحیت رکھتی ہے اور (یہ حدیث بھی) انہی حدیثوں میں سے ہے کہ جن پر ابو داؤد نے اور ان کے بعد ابن منذر نے سکوت فرمایا ہے، اور ان دونوں کا اس پر سکوت کرنا دلیل ہے کہ یہ حدیث دونوں کے ہاں حسن ہے، اور یہی جواب ہے حدیث ثالث سے۔

علاوہ ازیں ضعیف حدیث جبکہ قرون مشہود ہا یا اخیر میں معمول بہ ہو وہ امت کے ہاں مقبول ہے، جیسے العینیان و کاغ السہ کہ حدیث اور حدیث الماء طور لا سنجہ شنی الا، غلب علی ربحہ او طبعہ اولونہ کی اور حدیث لا وصیۃ لوارث کی اور ان جیسی حدیثیں اور بہت ہیں اور امت اس بات پر متفق ہے کہ نیندنا قرض (وضو) ہے اور ان کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں، سو وہ اسناد کی حیثیت سے مردود ہیں، اور معانی کے لحاظ سے مقبول ہیں، حافظ نے تلخیص میں کہا: ابن عبد البر نے ان علماء کی تصحیح پر تعقب کیا ہے، جنہوں نے حدیث البحر ہو الطوراء کی تصحیح کی ہے، پھر بائیں ہمہ اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے، کیونکہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے، سو اس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے مردود اور مضعی کی حیثیت سے قبول کیا ہے، انتہی خلاصاً۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حدیث الاما غلب علی ربحہ اور طبعہ کے ضعیف کہنے پر علماء اتفاق رکھتے ہیں، میں کہتا ہوں اور بائیں ہمہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قلیل کثیر پانی میں جب نجاست پڑ کر رنگ یا یو یا مزہ کو بدل دے تو وہ پلید

ہے، جس طرح کہ ابن المنذر نے کہا ہے۔ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا علامہ علماء کا قول یہی ہے میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کے درمیان اختلاف ہو۔ شوکانی نے کہا اہل حدیث اس زیادت کے ضعف پر اتفاق کر چکے ہیں لیکن اس کے مضمون پر لہجہ واقع ہے جس طرح کہ ابن المنذر اور ابن الملقن نے نقل فرمایا ہے، سواب جو لوگ لہجہ کے حجت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس زیادت کے مفاد پر لہجہ ہی دلیل ہے اور جو لوگ لہجہ کے حجت ہونے کے قائل نہیں ہیں، ان کے ہاں یہ لہجہ اس زیادت کے صحیح ہونے کا مفید ہوگا، اس لیے کہ یہ زیادتی ایسی ہوگی کہ جس کے معنی پر لہجہ ہو چکا ہے، اور قبولیت کی نظر پڑی ہے، سوان کا استدلال اسی زیادت سے ہے، نہ لہجہ سے۔ اور سخاوی نے شرح الفیہ میں کہا ہے جب ایک امت حدیث ضعیف کو قبول کر لے تو مذہب صحیح ہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ یقینی اور قطعی حدیث کو منسوخ کرنے میں متواتر حدیث کے رتبہ میں سمجھی جائے گی، اور اسی وجہ سے شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث لا وصیہ لوارث کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس کو اہل حدیث ثابت نہ کئے لیکن عامہ علماء نے اس کو قبول کر لیا ہے، اور اس پر عمل رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو آیت وصیت کا ناسخ قرار دیا ہے۔

اور علامہ مقبلی نے الارواح النوفی فی شرح العلم المشایخ میں کہا ہے صحیح معمول بہ حدیث ضعیف کے بعض انواع کو (بھی) شامل ہے، اور اس کو (حافظ) ابن حجر نے تلیخیص السبب المنیر حصی کئی جگہوں میں ذکر کیا ہے، اور اسی طرح دوسروں نے سوا سے یاد رکھنا چاہیے کیوں یہ ایک اہم مسئلہ ہے، اس لیے کہ جن حدیثوں کے بارے میں محدث لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہیں، یا یہ ضعیف ہیں اس زمانہ میں لوگ ان میں بہت غلطی کرتے ہیں، یعنی یہ وہم پڑ جاتا ہے، کہ اس پر مطلقاً عمل ہی نہیں اور معمول بہ (حدیث) کا بجز بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متاخرین محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہونا مشروط نہیں ہے، اور یہ قول (کہ مشروط ہے) دلائل سے دور ہے، بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اگلوں پچھلوں کے مذہب کے خلاف ہے، تب بھی جائز ہے (علامہ مقبلی کا قول) ختم ہوا۔

اور اموال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے کی حدیث پر عمل کرنے کے اوپر سلف امت کا لہجہ ہو چکا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح میں کہا: تجارت کی زکوٰۃ جس طرح کہ اس کو ابن المنذر وغیرہ نے نقل کیا ہے، بلحاظ ثابت ہے، سوا حدیث کے عموم کو اس کے ساتھ خاص کیا ہے، (حافظ کا قول) ختم ہوا۔ اور اسی طرح اس پر لہجہ شدہ کہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں اور دوسروں نے دوسری کتابوں میں نقل کیا ہے، اور خلیفہ ثانی (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) اس کو لکھتے رہے، اور اپنے کارواروں کو اس کے لینے کا حکم فرماتے رہے اور ان پر کسی ایک صحابی نے (بھی) انکار نہیں کیا، طحاوی نے کہا ہم کو کوئی صحابی معلوم نہیں کہ جس نے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو۔

اور ابن المنذر نے کہا مال تجارت میں زکوٰۃ کے واجب ہونے پر لہجہ قائم ہے، اور فقہاء سہمہ بھی اس کے وجوب کے قائلین میں سے ہیں، لیکن اس کا منکر کافرنہ ہوگا، کیونکہ اس میں اختلاف ہے، اور ظاہر یہ اور غیر ظاہر۔ جو سلف امت کے اس لہجہ کے مخالفت ہیں، ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگرچہ وہ بالوں اور گلیوں کے شمار میں (بھی) ہوں، اور اگر اس مسئلہ میں صرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ﴿لَفَقَطًا مِّنْ حَبِيبَاتٍ نَّكَبْنَهُمْ﴾ اور جل شانہ کا کا یہ قول کہ ﴿فَمِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَفَّرُ لِنَفْسِهِمْ﴾ (ہی) ہوتا، تب بھی استدلال تام تھا کیونکہ اموال اور کسب و کار کا لفظ (دونوں) عام ہیں اور مال کے سبب قسموں کو شامل ہیں، تو ان میں سے نص شارع اور لہجہ ثابت کے سوا کسی چیز کو خاص نہیں کیا جاسکتا، پھر ان احادیث مذکورہ کے ہوتے ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے اس متفق علیہ قول کے ہوتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فرض کر دی، زکوٰۃ جو ان کے اغنیاء سے لی جاتی ہے، پھر ان کے فقراء پر پھیر دی جاتی ہے۔ ”مس طرح خاص کیا جاسکتا ہے (سوا حدیث کی بنا پر) جس شخص کے پاس مال ہوگا، نقد یا بیض وغیرہ تو وہ غنی ہوگا، اور اس حدیث میں غنی کی تعریف نصاب ہے جو شارع کی طرف سے مقرر ہے، اور وہ دوسورہم ہے، یا ان کی قیمت پس بعض اغنیاء کو بعض سے خاص کر دینا سینہ زوری ہے، و نیز آنحضرت کے اس متفق قول کے ہوتے ہوئے کہ رقبہ خالد سو تم خالد پر زیادتی کرتے ہو، کیونکہ وہ اپنی زمین اور سامان ہتھیار اللہ کی راہ میں وقت کر چکا ہے، اور یہ اس لیے (فرمایا تھا) کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اس کی زربوں اور ہتھیاروں کی زکوٰۃ طلب کی تھی، یہ گمان رکھ کر کہ وہ تجارتی ہیں تو خالد نے (زکوٰۃ) نہ دی سو صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت کی تو آپ نے فرمایا: وہ تو اپنا مال اللہ کی راہ میں وقت کر چکا ہے، اور اس پر ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، سو تم لوگوں کا اس سے زکوٰۃ مانگنا زیادتی ہے، اور حدیث ہذا سے یہی معنی ہی متبادر ہے، اور اس کے خلاف پر نہ عبارت شہادت دیتی ہے اور نہ دلالت اس کا حکم کرتی ہے، سو اگر اموال تجارت میں زکوٰۃ نہ وہی صحابہ رضی اللع عنہم خالد سے اس کے اجناس کی زکوٰۃ نہ مانگتے و نیز آنحضرت ﷺ ان کو اموال تجارت کی زکوٰۃ لینے سے روک دیتے، رہی باقی حدیثیں سوا اللہ تھہ کرم کرے معلوم کرنا چاہیے، کہ تم اس قانون سے جو حدیث نبوی کے خلاف پر بنایا گیا ہو، اور اس قاعدے کے تیار کرنے سے جس کی بنیاد اثر مصطفوی کے الٹ ڈالی گئی ہو، میرا نہیں، ہمارے پروردگار کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کرو، اور اس پر جنگل مارو اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو، اور فرمایا: دو شخص جو میرے بعد ہوں گے، (یعنی ابو بکر و عمر) ان کی اقتداء کرنا اور فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اپنے صحابہ کی پھر ان لوگوں کی جو ان سے قریب ہوں گے پھر ان لوگوں کی جو ان سے قریب ہوں گے، پھر محو پھیل جائے گا، سو جو بات خلفاء راشدین سے ثابت ہو، اور اس پر خیر القرون گذر چکے ہوں تو اس پر پنجہ مار اور ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو اور جن قاعدوں کی بنا کرنے والے گڑھے کے کنارے پر رکھی گئی ہے، (اور) جو نہ مونا کرتے ہیں، اور نہ بھوک بند کرتے ہیں، ان سے بچ اور پرہیز کر الہی کیوں کہ ان کا قول حجت نہ ہو باوجودیکہ ہمارے پروردگار کے رسول نے ہم کو ان کی تابعداری کا حکم فرمایا ہے، اور ہمارے خالق نے اپنی رضامندی کا وعدہ ان کی پیروی پر ہی دیا ہے، سو بڑا ہی تعجب ہے، اس علم پر کہ یہ قانون منسوب ہے، حالانکہ وہ اس سے بری ہے، وہی ہے، جس نے خلفاء راشدین کے قول کو حجت بنایا ہے۔

سیوطی نے اکیل میں نقل کیا ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مکہ میں فرمایا کہ لوگو جو چاہو مجھ سے پوچھو مستحکم کو کتاب اللہ سے اس کی خبر دوں گا، تو کسی نے ان سے کہا کہ آپ محرم کے حق میں جو بھڑا مارا لے کیا فرماتے ہیں، انہوں نے کہا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، فرمایا اللہ تعالیٰ کا: ﴿لَا تَحْلُمُوا الْحَرْمَ وَلَا تَحْلُمُوا حَرْمَ مَا تَحْلُمُونَ﴾ (یعنی جو مجھ کے رسول تم کو دے اس کو لے لو، اور جس سے منع فرمائے اس سے رک جاؤ۔)

اور کہا ہم کو سفیان بن عیینہ بن عبد الملک بن عمیر سے حدیث سنائی اس نے ربیع بن خراش سے اس نے حذیفہ بن یمان سے اس نے نبی ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: (۲) شخص جو میرے بعد ہوں گے، (یعنی ابو بکر و عمر) ان کی اقتداء کرنا۔

(اور ہم کو سفیان نے مسعر بن کدام سے حدیث سنائی، اس نے قیس بن مسلم سے اس نے طارق بن شہاب سے اس نے عمر بن خطاب سے انہوں نے امر فرمایا کہ احرام والا بجز کومار ڈالا کرے،) (اکیل کا لفظ ختم ہوا)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر صحابہ کا کوئی دوسرہ صحابی مخالفت نہ ہو تو دوسری صورتیں ہوتی ہیں یا تو یہ اس کا قول صحابہ میں مشہور ہو جاتا ہے، یا نہیں ہوتا سو اگر مشہور ہو جائے، تو فقہاء کی بہت ساری جماعتیں اس پر ہیں کہ وہ لہجہ بھی ہے، اور حجت بھی ہے، اور ایک جماعت ان میں سے یہ کہتی ہے کہ وہ حجت ہے، لہجہ بھی ہے، اور متکلمین کی ایک جماعت اور بعض فقہاء متاخرین یہ کہتے ہیں کہ نہ لہجہ ہوگا، اور نہ حجت اور اگر اس کا قول مشہور نہیں ہوا ہے یا معلوم نہیں کہ مشہور ہوا ہے یا نہیں تو اس میں لوگو کا اختلاف ہے کہ حجت ہو سکتا ہے یا نہ۔ سو امت کے ہماہر اس پر ہیں کہ یہ قول حجت ہے، یہی ہے قول جمہور حنفیہ کا محمد بن حسن نے اس کی تصریح کی ہے، اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو ناصاً ذکر کیا ہے، اور یہی مذہب ہے، مالک اور اس کے اصحاب کا اور مؤطا میں ان کا تصرف بھی اسی پر دلیل ہے، اور یہی قول ہے اسحق بن راہویہ اور ابو حنیفہ کا اور یہی ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مخصوص بہت سی جگہوں میں اور اختیار ان کے جمہور اصحاب کا اور یہی ہے شافعی کا مخصوص قدیم اور جدید میں۔

پھر رہا قول قدیم، سوان کے اصحاب اس کے اقرار ہیں، اور رہا جدید سوان میں سے بہت تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حکایت کرتے ہیں کہ وہ حجت نہیں ہے، اور اس حکایت میں بالکل ظاہر غلط ہے، کیونکہ قول جدید میں ان سے مطلقاً ایک حرف بھی محفوظ نہیں ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں ہے، اور اس حکایت کے ناقل نے غایت درجہ اس بات سے تعلق پکڑا ہوگا، کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ جدید میں صحابہ کے کئی اقوال نقل کرتے ہیں، پھر ان کی مخالفت کرتے ہیں، اور یہ تعلق بہت ہی ضعیف اور کمزور ہے اس لیے کہ مجتہدین کا اس قول کی مخالفت کرنا جو اس کے خیال میں اقویٰ ہے، اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس کو کسی طرح بھی دلیل نہیں جانتا۔ بلکہ اس نے تو ایک دلیل کی مخالفت کی ہے، مقلدہ میں ایک ایسی دلیل کے جو اس کے ہاں اس پر بہت ترجیح رکھتی ہے۔ (ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول) ختم ہوا۔

یہ ہیں علماء کے اقوال مطلق صحابی کے قول کے بارہ میں سواب خلفاء راشدین کے ساتھ تیرا کیا گمان ہے، یہ تو وہی ہیں جن کی تابعداری کا ہمارے پروردگار کے پیغمبر نے ہم کو حکم دیا، اور جن کی پیروی کی ترغیب فرمائی، اور جن

کی چالوں کو داڑھوں سے مضبوط پکڑنے کا ہم پر حکم لگایا، اور اگر ہم اس مسئلہ پر کلام کو بیٹھ دیں، تو کئی جزوں تک پہنچ جائے لیکن اسی قدر پر اکتفا کر لیا ہے، کیونکہ اس میں حق تلاش کرنے والے اور انصاف کو چاہنے والے تعصب اور اعتساف کو چھوڑنے والے کے لیے کفایت ہے۔

اور ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے، اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے ہیں جو حدیثیں کے سلف اور خلف کے ہاں معمول ہاں ہیں، ان کو اونٹنی سی قرح اور کمزوری جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں، اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون سے بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں، اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں، حاشا وکلا اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں، جو شریعت نبویہ (کی حد بندی) کے نشان کو گراتے ہیں، اور ملت ضیفہ کی بنیادوں کو کھنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشان کو کھنہ کرتے ہیں، احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے، اور متصل الاسنادیہ آثار کو پھینک دیا ہے، اور ان کے دفع کرنے کے لیے وہ حیلہ بناتے ہیں کہ جن کے لیے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا، اور نہ کسی مومن کا سرا اٹھتا ہے، اور میں اس بات پر عقد تامل نہیں کرتا ہوں کہ صحابہ کے اقوال و عمل اور وہ حدیثیں کہ جنہیں گونہ کمزوری ہے، وہ احادیث صحیحہ کا مقابلہ کر سکتی ہیں، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جب ایک مسئلہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہ ہو جو صحیح کے اعلیٰ رتبہ کو پہنچے اور اگرچہ اس میں گونہ کمزوری بھی ہو اور اس پر امت کے سلف و خلف یا جمہور نے عمل بھی کیا ہو تو وہ حجت پکڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور واجب الاتباع ہے، اور یہ ہے وہ قول جس پر لگے پچھلے مستحق ہیں جس طرح کہ میں اس کو علامہ مشقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور اگر تو صحاح ستہ وغیرہ کتب محدثین میں تامل کرے، اور ابواب کے تراجم اور ان کے لیے اس قسم کی حدیثوں سے دلیل پکڑنے میں فخر کرے، اور امت کے سلف و خلف کے تامل کی طرف نظر کرے، تو ضرور پہچان جائے کہ یہی حق صریح اور ظاہر راستی ہے، اور اگر ہم اس قسم کی دلیلوں کو رد کر دیں تو شریعت کا تیسرا حصہ بلکہ آدھا حصہ رہ جاتا ہے، اور بعض متاخرین کا یہ قول کہ اس قسم کی دلیل حجت نہیں ہیں، تجھ کو دھوکے میں نہ ڈال دے، کیونکہ یہ سلف صالحین کی چال کے خلاف ہے، یعنی بہت سی ضعیف احادیث اور موقوف آثار ہیں، کہ جن پر امت کے سلف و خلف کا تعامل جاری رہا ہے جس طرح کہ میں اس کو اس سے پہلے نقل کر چکا ہوں، سو اب اللہ ہی میرے اور تیرے ہاتھ پکڑنے اور مجھ پر اور تجھ پر رحم کرے اور وہی میری اور تیری ہدایت کا متولی رہے، اور سب تعریف میرے ہی پروردگار کی ہے، جو میرا اور تیرا مولا ہے۔“ (المترجم: عبدالثواب رحمۃ اللہ علیہ ملتان)

هذا ما عندني والله أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 7 ص 67-81

محدث فتویٰ